محترم جاوید چوہدری صاحب

السلام علیکم

مورخہ 10 مئی (10-05-2001)کی اشاعت (جنگ) آپ کا مضمون زیر مطالعہ رہا۔ آپ کی تجویز سے صد فی صد اتفاق ہے کاش کہ ایسا ہوسکے ،یہ عجب ہے کہ اپنی پسند سے ٹیچر بننے والوں اور اتفاقیہ ٹیچر بننے والوں میں تمیز نہیں رہی۔1070 ءکے بعد اس شعبہ زندگی میں سیاسی مصلحتوں اور روزگا ر کے مواقع نے ہونے کی وجہ سے ،اس سیاسی شعبہ زندگی کے روشن ستاروں کی چمک دھمک ماند پڑ گئی ہے۔روزگار کے متلاشی افراد جن کی پسند آکڑہ ، پولیس ،عدلیہ میں پیشکار ،انکم ٹیکس، P.I.A و دیگر میں بالائی آمدنی کے مواقع زیادہ تھے اور اسی میں ہی بھرتی خواہش مند تھے ہاسامی محکمہ تعلیم میں خالی تھیں۔

جب ایک شخص اپنے مخصوص عزائم کے ساتھ شعبہ تعلیم سے منسلک ہوگا تو وہ شخص وہی عمل کرے گا جو وہ چاہتا ہے رہی سہی کسر پاکستان میں لسانی تنظیموں کا عروج و بہتات اور مہارانی اور مہاراجہ کے دور اول اور دور دوئم میں پوری ہوگئی ہے

کسی بھی شعبہ زندگی کام کرنے والوں کی کمی نہیں ہوتی 1070 ءسے 90 فی صد اساتذہ اور تعلیمی پیشہ اور شعبہ سے تعلق رکھنے والے افراد نہایت دیانت داری سے کام کرتے تھے ،جبکہ تنخواہ 125 فی صد سے 250 کے درمیان تھی ہکالج کے ٹیچر کو بھی تنخواہ کی مد میں پانچ سو روپے کا نوٹ دیکھنے کو نہیں ملتا تھاکارکردگی قابل ستائش تو نہیں لیکن قابل اطمینان ضرور تھی۔ 1070ء کے عشرے سے لیکر 2000ء تک اپنی پسند سے (By Choice) ٹیچر کے پیشہ کا خود انتخاب کرنے والے افراد کی تعداد گھٹ کر 30 فیصد رہ گئی اور(by chance teacher) یعنی اتفاقیہ ٹیچر کی تعداد 70 فی صد ہو گئی۔دیگر تمام شعبہ ہا ئے زندگی کے جرائم تعلیم و تدریس میں آگئے ،اس کے باوجود بھی 30 فیصد اساتذہ کی کارکردگی خلوص، جزبہ حب الوطنی اورپیشہ سے لگن نے تعلیم وتدریس کی عمارت کو سہارا دے رکھا ہے۔30 فی صد کا اوسط خطرے کا نشان ہے، اگر اس میں مزید کمی ہوئی تو یہ عمارت دھڑام سے گر پڑے گی۔آنے والے دو(2) سالوں میں پیشے کا انتخاب خود کرنے والوں کی تعداد

کو 50 فیصد سے 60 فیصد کسی طریقے یا فارمولے سے کر دی جائے تو اس عمارت کو منہدم ہونے بچا یا جا سکتا ہے معلم کا قد نے پہلے کم تھا نے آج ہے، بس معلم ہی نا پید ہو گئے یا قد ناپنے کے پیمانے جعلی یعنی اس پیمانے میں ڈنڈی مارلیتے ہیں۔آج بھی صحیح استاد کی عظمت 100 سال پہلے کی ہی طرح ہے

میں نے آج بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کے استاد اپنے پیشے سے مخلص ہیں کے احترام میں طلباء ان کے والدین اور متعلقین راہ چلتے چلتے استاد سے آگے قدم نہیں بڑھاتے ،ہاتھ میں پکڑا ہوا بوجھ خودسنبھال لیتے ہیں،سواری میں نشستیں خالی ہو جا تی ہیں،تیز رفتار گاڑیوں کو بریک لگ جاتے ہیں۔اپنے مسائل اور بچوں کو زندگی کے بارےمیں بہترین مشیر تصور کیا جاتا ہے اور عقیدت سے لوگ استاد کے ہاتھوں کو چومتے ہیں۔کسی بھی سینما نکلنے والا کروڑ پتی تاجر / دانشور استاد کی ٹوٹی پھوٹی گاڑی کے ساتھ کھڑا استاد کی آمد کا انتظار کرتا ہے، بس صرف فرد کا اصول ہےآیا کے وہ ایک سرکاری ملازم ہے،جس نے پیشے کو ذریعے آمدن بنایا ہے یا اپنے شوق یا پسند سے پیشے کا انتخاب کیا ہے استاد کا قد نے تو پہلے کم تھا نے آج کم ہے، نظر کا دھوکے ہے قد ناپنے والے پیمانے غلط ہیں یا استاد کا انتخاب کرنے والے ادارے غلط ہیں۔اگر استاد کی تنخواہ دو لاکھ کردی جائے اور اختیارات گورنر کے دے دئیے جائے تو (by chance teacher) اتفاقیہ ٹیچر کی چاندی ہو جائے گی اور بائی چانس ٹیچر اور اپنی پسند کے ٹیچر کی ذمے داریاں بڑھ جائیں گی اور احساس ذمے داری وقت سے پہلے دنیا یا ملازمت چھوڑنی پڑے گی۔چوہدری صاحب تنخواؤں اور مراعات تو ہر صورت بڑھنی چاہئیں ، لیکن استاد کے انتخاب میں حقیقی اور غیر حقیقی کا امتیاز واضح کرنا چاہیے ۔

من حیث القوم اس بات پر فخر کر سکیں کے ہمارے ملک میں کسی شعبے زندگی میں انتخاب یا چناؤ صحیح ہو تا ہے

مخلص

رانا توفیق احمد

D, 110/4-4 لانڈھی

نمبر 6 کراچی